e-Contents

Presented by Dr. Zarnigar Yasmeen,

Maulana Mazharul Haque Arabic & Persian University,

Patna

Email:zarnigaryasmeen@gmail.com

(پچھلے سبق کے بعد سے جاری............)

دبستان عظیم آباد: تشکیل و تعمیر

عظیم آباد کا دوسرا اختصاص میرے خیال سے تذکروں کی تالیف سے متعلق ہے۔ ویسے تو یہاں کئی اہم ادبی تذکرے لکھے گئے مگر ان میں سے بعض ایسے ہیں جن کو کسی نہ کسی جہت سے اہمیت حاصل ہے۔ ''تذکرہ شورش'' بلاشبہہ میر کے نکات الشعراء'' (۱۱۶۵ھ) کے تقریباً پچیس برس بعد لکھا گیا مگر مواد کی فراہمی غیر جانب داری اور اسلوب کی شائستگی کے لحاظ سے اس کی انفرادیت کا اعتراف عام طور سے کیا گیا ہے۔ چونکہ شورش نے سنی سنائی باتوں کی جگہ تحقیق کی روشنی میں سامنے آنے والے حقائق کو پیش کرنے پر زور دیا تھا اس لیے میر کی بعض آراء کو مثالوں اور دلیلوں کی مدد سے رد بھی کیا گیا ہے۔ خود میر کی شخصیت اور شاعری سے متعلق شورش نے نہایت متانت اور سنجیدگی سے اظہار خیال کیا ہے۔ بہار میں تحریر کردہ شعرائے ریختہ کے کم از کم دو اور تذکرے ''گلزار ابراہیم'' اور ''تذکرہ عشقی'' بھی اپنی ادبی اہمیت اور تاریخی صداقت کے اعتبار سے قابل ذکر رہے ہیں۔ یہاں یہ بتانا غالباً بے محل نہ ہوگا کہ بہار میں شعرائے فارسی کے بھی اہم تذکرے لکھے گئے ہیں اور گلزار ابراہیم کا اردو ترجمہ بھی ''گلشن ہند'' کے نام سے ۱۸۰۱ء میں ہی کیا جا چکا ہے۔ ادبی مرکز کے طور پہ عظیم آباد کا اختصاص انیسویں صدی میں اور بھی نمایاں ہوتا ہے۔ یہاں صوفی منیری کی مشہور تصنیف 'راحت روح' کا تذکرہ کرنے کا دل چاہتا ہے جسے اردو کی پہلی تمثیل ہونے کا شرف بھلے ہی نہ حاصل ہو مگر وجہی کی 'سب رس' کے مقابلے میں اس کا یہ امتیاز یقیناً ہے کہ یہ تصوف سے متعلق ایک طبع زاد تصنیف ہے جب کہ 'سب رس' کے سلسلے میں جو ماخذ سامنے آتے رہے ہیں ان سے سب ہی واقف ہیں۔ اس سلسلے میں تفصیل کے لیے پروفیسر محمد طیب ابدالی کا کام دیکھا جا سکتا ہے۔ مگر یہ تو صرف ایک مثال ہے۔ عہد قدیم سے لیکر آج تک تصوف سے متعلق جو لٹریچر بہار میں سامنے آیا ہے وہ کئی جہتوں سے منفرد رہا ہے۔ زیادہ تفصیل میں جانے کا یہاں موقع نہیں مگر صرف دو نام یعنی سید سلیمان ندوی اور صباح الدین عبدالرحمٰن ایسے ہیں جن کی تصوف اور اسلامیات سے متعلق قلمی اور عملی سرگرمیوں سے پوری اردو دنیا واقف ہے۔ اول الذکر نے اردو

لسانیات پر بھی بعض اہم ترین مضامین لکھے ہیں اور اردو زبان کی پیدائش کے نظریات پر بحث کا آغاز کرنے والوں میں سرفہرست ہیں۔ ندوہ اور دارالمصنفین کے حوالے سے بھی ان کی خدمات بے مثال ہیں۔

میں یہیں پر شاد عظیم آبادی کا تذکرہ کرنا چاہتی ہوں جو نہ صرف اپنے آپ میں ایک دبستان ہیں بلکہ دبستان عظیم کو انفرادی شناخت عطا کرنے میں ان کی کاوشیں سب سے اہم رہی ہیں۔ یہ باتیں بھی اپنے آپ میں اہم ہیں کہ انہوں نے نظم ونثر کی مختلف صنفوں پہ طبع آزمائی کی ہے، ان کے شاگردوں کی تعداد سیکڑوں تک پہنچتی ہے اور انہوں نے ایک مخصوص رنگ سخن اختیار کیا ہے

اسی طرح برصغیر ہندو پاک میں پہلی بار جمیل مظہری نے تشکیک کے فلسفے کو بنیاد بنا کر شاعری کا ایسا نمونہ پیش کیا جس میں تشکیک سے فن کو توانائی حاصل ہوتی ہے کجی یا لاغری نہیں۔ اختر اورینوی اور سہیل صاحب کی ہفت پہل ادبی شخصیت نے بھی اردو دنیا میں اپنا ایک امتیاز قائم کیا جسکی تفصیل میں جانے کا یہاں موقع نہیں۔ یہاں ایک اہم ادیب سید مظفر حسین جنہیں تذکرہ نگاروں نے عام طور پہ نظر انداز کر دیا ہے۔ حالانکہ اردو میں جمالیات کے حوالے سے جو اولین کتابیں لکھی گئی ہیں ان میں موصوف کی کتابوں ''فنون لطیفہ اور جمالیات''، ''ارژنگ ادب'' اور'' نکات ادب'' کی اپنی ایک انفرادیت ہے اور ان کتابوں کو اگر بہتر کتابت وطباعت کے ساتھ منظر عام پر لایا جائے تو بعض نئے مباحث کا آغاز ہوسکتا ہے۔ عہد حاضر کے حوالے سے بہار کے ادبی اختصاص اور امتیازات کا تذکرہ بعض غلط فہمیوں کا سبب بن سکتا ہے چونکہ اس طرح کے کسی بھی جائزے میں کوئی اہم نام چھوٹ جانے کا احتمال رہتا ہے۔ پھر بھی دو اہم نکات کی طرف اشارہ کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ ایک ادب سے متعلق ہے اور دوسرا زبان سے تعلق رکھتا ہے۔ میں نے اس سے پہلے بھی کئی مواقع پر بہار میں اردو فکشن کی سمت ورفتار پہ نظر ڈالتے ہوئے یہاں بیک وقت کم ازکم ایک درجن اہم فکشن رائٹرز کی نشاندہی کی ہے جن کا تذکرہ کئے بغیر اردو فکشن کی تاریخ مکمل نہیں کہی جاسکتی۔ اس نکتے کو قدرے واضح کرتے ہوئے یہ بتانا مناسب ہوگا کہ یہ بہار ہی ہے جہاں ۱۹۷۰ء کے آس پاس اردو ناول کی نشاط الثانیہ ہوئی ہے۔ اگر'' بے جڑ کے پودے'' کو نقطہ آغاز مانا جائے تو کہہ سکتے ہیں کہ ابھی ہندوستان گیر پیمانہ پر جو ناول نگار اپنی انفرادی پہچان رکھتے ہیں ان میں سے اکثریت کا تعلق اسی صوبے سے ہے۔ دوسرا امتیاز اردو زبان کی سرکاری حیثیت سے تعلق رکھتا ہے۔ یہ اختصاص صرف بہار کا ہے کہ آزاد ہندوستان میں کشمیر کو چھوڑ کر پہلی بار یہیں اردو کو سرکاری زبان کا درجہ حاصل ہوا اور اس کے سبب زبان وادب کے فروغ کی نئی راہیں سامنے آئیں۔

پروفیسر وہاب اشرفی کی کتاب ''تاریخ ادبیات عالم'' کا تذکرہ ضروری ہے جس کی پہلی جلد ۱۹۹۱ء میں شائع ہوئی تھی اور ۱۹۹۴ء میں اس پر صدر جمہوریہ ہند کے ہاتھوں بھارتیہ بھاشا پریشد، کا انعام دیا گیا تھا۔ اب تک اس کی چھ جلدوں کے متعدد ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ اور ناقدین نے بجا طور پہ اعتراف کیا ہے کہ اس نوعیت کا کام نہ صرف اردو زبان میں بلکہ ہندوستان کی دوسری زبانوں میں بھی موجود نہیں ہے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ اس کتاب کا ملک کی دوسری زبانوں میں بھی ترجمہ ہو رہا ہے بلکہ اس کا ہندی ترجمہ

شائع بھی ہو چکا ہے۔

مجموعی طور پر یہ بات دبستان عظیم آباد کے حوالے سے کہی جاسکتی ہے کہ بہار میں شاعروں اور شعری نشستوں کی قدیم تاریخ رہی ہے۔ دوسری طرف بہار میں لکھے گئے گیتوں اور خاص طور پر لوک گیتوں پر مگہی اور بھوجپوری کے اثرات نمایاں رہے ہیں۔

دبستان عظیم آباد اپنی تشکیل سے لیکر عہد حاضر تک بہار کا ادبی اسکول جن خصوصیات و امتیازات کا حامل رہا، اس کی وضاحت ہمیشہ ہوتی رہی۔ بلاشبہ دبستان عظیم آباد کی روایت نہ صرف بے حد وسیع ہے بلکہ قدیم ہے۔

(**مکمل**............)

—ڈاکٹر زرنگار یاسمین

❁❁❁